تبصرہ کتب

Copts and Muslims in Egypt

(AStudy on Harmony and Hostility)

(مصر کے قبطیوں اور مسلمانوں کے مابین ہم آہنگی اور مخاصمت کا مطالعہ)

مؤلف	:	شہرین محمد صالحین
ناشر	:	اسلامک فاونڈیشن۔ لیسٹر
پاکستان میں تقسیم کار	:	بک پروموٹرز، بلاک-۱۹، مرکز ایف سیون۔ اسلام آباد
سال اشاعت	:	۱۹۹۱ء
صفحات	:	۱۲۰
قیمت	:	۲۳۵روپے

زیر نظر کتاب پانچ ابواب، تین ضمیموں، کتابیات اور اشاریے پر مشتمل ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں قبطیوں کی زبان اور ان کے سماجی مقام سے بحث کی گئی ہے۔ دوسرے باب میں نوآبادیاتی دور میں قبطی برادری کے سیاسی کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرا باب مغربی مسیحی مشنوں کی سرگرمیوں کا احاطہ کرتا ہے۔ چوتھا باب مسلمانوں اور قبطیوں کے باہمی تعلقات کے اُتار چڑھاؤ کی کہانی ہے اور آخری باب دونوں برادریوں کے درمیان ماضی قریب میں مخاصمت کے مطالعہ و تجزیہ کے لیے مخصوص ہے۔

قبطی برادری ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق مصر کی کل آبادی کا ۶ء۸ فیصد حصّہ ہے اور طویل تاریخ کی مالک ہے، مگر اہلِ علم اس امر پر متفق الرائے نہیں کہ اس کا اصل وطن کیا تھا؟ کیا قبطی یونان سے نکلے ہوئے لوگ ہیں یا بالائی مصر کے شہر گفت سے ان کا تعلق ہے؟ ایک رائے یہ ہے کہ مصر میں مسیحیت کے داخل ہونے سے پہلے بھی یہاں قبطی آبادی موجود تھی اور اس کی سماجی زندگی میں فراعنہ کے عہد کی رسومات صدیوں کی گردش کے باوجود موجود چلی آرہی ہیں۔ ان کی زبان محفوظ ہے اور مذہبی عبادات میں قبطی کے علاوہ کوئی دوسری زبان استعمال نہیں کی جا سکتی۔

قبطی برادری کو اپنے مذہب اور روایات کے ساتھ ساتھ اپنے وطن سے گہری محبت رہی ہے۔

اُس نے مذہبی تشخص کے ساتھ حبِ وطن کا جذبہ زندہ رکھا۔ جب صلیبیوں نے مصر پر یلغار کی تو قبطیوں نے اپنے ہم مذہب مسیحیوں کا ساتھ دینے کے بجائے ہم وطن مسلمانوں کے ساتھ جینے اور مرنے کو ترجیح دی۔ اسی طرح جب نپولین نے ملک پر قبضہ کیا تو تحریکِ مزاحمت میں مسلمانوں کے ساتھ قبطی شامل تھے۔ دونوں برادریوں نے جانیں قربان کیں اور قید و بند کی صعوبتوں سے گزریں۔

ماضی میں دونوں برادریوں کے مسائل، خوشیاں اور غم مشترک تھے۔ ۱۲۸۳ء میں جب مصر اپنی تاریخ کے ایک شدید قحط کا شکار ہوا، دریائے نیل خشک ہو گیا تو نماز استسقاء میں مسلمانوں کے ساتھ قبطی بھی بارگاہ رب العالمین میں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ مسلم اکثریت کے شہروں میں قبطی منتظمین کے تقرر کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں اور یہ سلسلہ اُس وقت بھی قائم تھا جب مصر پر برطانوی نو آبادیاتی تسلط قائم ہوا۔ نو آبادیاتی حکمرانوں نے "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی پر عمل کرنا شروع کیا تو دونوں برادریوں نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ سعد زاغلول کی "وفد پارٹی" میں دونوں برادریوں کے سرکردہ افراد شامل تھے۔ ۱۹۱۹ء میں پادری سرجیوس نے جامع الازہر سے حکومت کو للکارا کہ اگر برطانیہ قبطی اقلیت کو بچانے کے نام پر وطنِ عزیز پر پنجے گاڑھے ہوئے ہے تو اسے جان لینا چاہیے کہ قبطیوں کو مصری مسلمانوں کی آزادی اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ تحریکِ آزادی کے دوران میں مسلم۔ قبطی اتحاد کے ایسے مناظر بارہا دیکھنے میں آئے کہ مسلمان علماء نے گرجاؤں میں اور مسیحی پادریوں نے مساجد میں خطاب کیا، مگر باہمی محبت اور یگانگت کی فضا اس صدی کی ساتویں دہائی میں اس وقت متاثر ہوئی جب صدر انوارالسادات نے اخوان المسلمون جیسی مسلم تنظیموں کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو روکنے اور عوام کو خوش کرنے کے لیے ملک کے دستور میں شریعت اسلامی کو قانون کا سرچشمہ قرار دیا۔ آرتھوڈکس کاپٹک چرچ کے ۱۱۷ویں پوپ شنودا کے تقرر کے بعد حکومت کی جانب سے کیے گئے نیم دلانہ اقدامات پر احتجاج میں شدت آتی گئی۔ اب قبطی چرچ محض مذہبی ادارہ نہ رہا بلکہ اس نے سیاسی معاملات میں مداخلت شروع کر دی، حتیٰ کہ صدر سادات کو برملا کہنا پڑا کہ قبطی چرچ کی سرگرمیاں اس حد تک بڑھ گئی ہیں کہ وہ قبطیوں کے لیے الگ وطن کے قیام کی سازش کر رہا ہے۔ (صفحہ ۷۲) پوپ شنودا نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ، کنیڈا، برطانیہ، آسٹریلیا اور ویٹیکن کے دورے بظاہر ان ممالک میں قبطیوں کو درپیش مسائل پر گفتگو کی غرض سے کیے، لیکن مصری مسلمانوں نے پوپ شنودا کی ان سرگرمیوں کو بھی قابلِ اطمینان قرار نہیں دیا۔ دونوں برادریوں کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج الخانقاہ چرچ کی آتش زدگی پر منتج ہوئی۔ (۱۹۷۲ء) ایسا ناخوشگوار واقعہ مصری تاریخ میں پہلے کبھی پیش نہ آیا تھا۔

۱۹۷۲ء کے بعد حالات بتدریج خراب ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ ۱۹۸۹ء میں مصری اخبارات نے شہ سرخیوں کے ساتھ یہ خبر شائع کی کہ قبطیوں نے حکومت کو اپنی سیاسی جماعت "الحزب السلام الاجتماعی و سیاستہ الوحدہ الوطنیہ" کی رجسٹریشن کی درخواست دی ہے۔ اس طرز کے واقعات مسلم۔ قبطی روابط میں

پیدا ہونے والے رخنے کی غماضی کرتے ہیں۔

کتاب کا تیسرا باب بالخصوص قابلِ توجہ ہے، جس میں مغربی مشنری اداروں کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ۱۹۰۶ء میں ۲۹ مسیحی تنظیموں نے مصر میں ایک بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کیا تھا اور ۶۲ مسیحی منادوں اور مبشّروں نے مسلمان آبادی کو مسیحیت کی دعوت دینے کے لیے منجملہ دوسرے اقدامات کے "سنٹرل لٹریچر کمیٹی" کے قیام کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ یلغار تا حال جاری ہے اور بیسیوں مشنری تنظیمیں مصر کے طول و عرض میں کام کر رہی ہیں، تاہم یہ امر دلچسپ ہے کہ ان مسیحی مبشّرین کے لیے مسلمان تو ایک طرف خود قبطی برادری ایک بنجر میدان ثابت ہوا ہے۔

مغربی نوآبادیاتی تسلّط کے خلاف مسلمانوں کے شانہ بشانہ جدوجہد کرنے والے قبطی آج اپنے ہم وطن مسلمانوں کے خلاف کیوں صف آرا ہیں؟ پیار اور یگانگت کی فضا میں مخاصمت کیوں آ گئی؟ کیا اس کا سبب مسیحی آبادی کا یہ مجموعی رویّہ نہیں کہ جب بھی دنیا کے کسی مسلمان ملک کے رہنے والوں نے اپنی اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا تہیّہ کیا تو مسیحی اقلیت ان کے راستے میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو گئی؟ مسیحی برادری کی جانب سے نفاذ شریعت یا اسلام کی جانب پیش رفت کو روکنے کا عمل ٹکراؤ کی شکل اختیار کر گیا۔ مسیحی اقلیّت کا یہ رویّہ مسلم اکثریت کے کسی بھی ملک میں جمہوری رویّوں کے خلاف ہے اور اکثریت کی رائے پر ایک چھوٹی سی اقلیّت کی رائے کو ترجیح دینا اسے ویٹو کا حق دینے کے مترادف ہے۔

کتاب میں قبطیوں اور مسلمانوں کے سیاسی راوبط کا تاریخی طور پر جامع جائزہ لیا گیا ہے، لیکن سماجی علوم کے طالب علم کو ایک کمی محسوس ہوتی ہے کہ صدیوں کی یک جائی نے دونوں برادریوں کی سماجی زندگی کو کس قدر متاثر کیا ہے۔ کیا انہوں نے مشترکہ طرزِ زندگی اپنایا؟ ان کا مذہبی اختلاف کس حد تک ان کی معاشرت پر اثر انداز ہوا ہے؟ دونوں برادریوں کے مذہبی رہنما اس صورتِ حال پر کیا رائے رکھتے ہیں؟ اور رواں مخاصمت کا معاشرتی اور خاندانی زندگی پر کیا اثر پڑا ہے؟

کتاب اسلامک فاؤنڈیشن۔ لیسٹر کے اعلیٰ معیارِ طباعت پر شائع ہوئی ہے اور اپنے موضوع پر ایک معلوماتی دستاویز ہے۔

امتیاز ظفر
دعوہ اکیڈمی، الجامعہ الاسلامیہ العالمیہ
اسلام آباد